

## 46209- زکاۃ کے مصارف

سوال

وہ کون سے مصارف ہیں جن میں زکاۃ خرچ کرنا واجب ہے؟

پسندیدہ جواب

جن آٹھ مصارف میں زکاۃ خرچ کرنا واجب ہے انہی اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح لفظوں میں بیان فرمایا ہے، اور یہ بھی بتلایا کہ انہی مصارف میں زکاۃ خرچ کرنا واجب ہے، اور یہ علم و حکمت پر مبنی فیصلہ ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفَقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَالَمِينَ عَلَيْنَا وَلَهُمْ قُلُوبٌ هُنَّ فِي الرِّقَابِ وَأَنْفَارِهِنَّ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيقَتُهُ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)

ترجمہ: صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور [زکاۃ جمع کرنے والے] عالموں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گرد نیں ہجڑا نے میں اور تاو ان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر پر (خرچ کرنے کے لیے ہیں)، یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے۔

[التوبۃ: 60]

پلا اور دوسرا مصرف:

فقراء اور مساکین: ان لوگوں کو زکاۃ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے دی جائے گی۔

فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ: فقیر شخص کو زکاۃ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ اس کے پاس اپنے اہل خانہ کی ضروریات پوری کرنے کیلئے آدھے سال کا بندوبست بھی نہیں ہوتا، تاہم مساکین کا حال فقراء سے قدرے بہتر ہوتا ہے؛ کیونکہ مساکین کے پاس سال کے آدھے یا زیادہ حصے کیلئے ضروریات پوری کرنے کا بندوبست ہوتا ہے، چنانچہ مساکین کو اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے بقدر حاجت ہی دیا جائے گا۔

لیکن یہاں یہ مسئلہ ہے کہ ان کی اس ضرورت و حاجت کو کیسے تولا جائے؟

اس کے جواب میں علمائے کرام کہتے ہیں:

"انہیں ان کے خاندان کی ایک سالہ ضروریات کیلئے کافی کر دینے والی مقدار میں مال دیا جائے گا، کیونکہ ایک سال بعد دوبارہ ان کے لئے اصحاب ثروت کے مال میں زکاۃ واجب ہو جائے گی، چنانچہ زکاۃ کے مستحق فقراء اور مساکین کی ایک سالہ ضروریات و حاجات کا اندازہ لگایا جائے گا۔"

یہ اچھا موقف ہے، کہ ہم فقراء و مساکین اور ان کے اہل خانہ کو مکمل ایک سال کی اشیائے ضرورت و غیرہ دیں، چاہے یہ راشن اور بس کی صورت میں ہوں یا نقدی کی صورت میں کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں خرید لیں، یا کسی بھی فن میں ماہر زکاۃ کے مستحق فرد کو متعلقہ آلات و اوزار خرید کر دیں، مثلاً: درزی، بڑھی، لواہر وغیرہ کو مطلوبہ چیزیں خرید کر دے دیں، خلاصہ یہ ہے کہ ہم انہیں ایک سال کی ضروریات کیلئے کافی مقدار میں زکاۃ دیں گے"

تیسرا مصرف:

زکاۃ جمع کرنے والے اہل کار:

یعنی وہ لوگ جنہیں حکومت کی طرف سے زکاۃ جمع کرنے پر مقرر کیا گیا ہے، اسی لیے فرمایا: (وَالْعَالَمِينَ عَلَيْنَا) اور زکاۃ جمع کرنے والے عالمیں [التوبۃ: 60] اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ نہیں فرمایا

کہ : "وَالْعَالَمِينَ فِيهَا" کیونکہ "وَالْعَالَمِينَ عَلَيْهَا" میں یہ اشارہ ہے کہ انہیں اس کام کیلئے حکومت کی طرف سے مقرر کی جائے، یعنی وہ لوگ جو مالدار طبقہ سے زکاۃ اٹھی کر کے زکاۃ کے مستحق افراد میں اسے تقسیم کریں، زکاۃ کا حساب کتاب رکھیں، چنانچہ ان لوگوں کو زکاۃ کی مدد میں سے دیا جائے گا۔

سوال یہ ہے کہ انہیں کتنا دیا جائے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے کام کی نوعیت کے اعتبار سے تخریج دی جائے گی، چنانچہ جس کا حق زیادہ ہوا سے زیادہ اور جس کا حق کم ہوا سے کم دیا جائے، یعنی ہر ایک کی ملازمت کے اعتبار سے اس کی تخریج مقرر کی جائے، چاہے کام کرنے والے یہ لوگ امیر ہوں یا غریب، کیونکہ انہیں یہ تخریج ملازمت کی وجہ سے دی جا رہی ہے ان کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر نہیں دی جا رہی، اس لئے انہیں ان کی ملازمت کے اعتبار سے تخریج دی جائے گی، تاہم اگر انہی زکاۃ جمع کرنے والے کارندوں میں کچھ غریب لوگ بھی ہے کہ ان کی تخریج ضروریات سے کم ہے تو انہیں بھی غربت کی وجہ سے ضرورت کے مطابق ایک سال کا راشن وغیرہ دیا جائے گا، کیونکہ یہ لوگ عامل اور غریب دونوں کے زمرے میں آتے ہیں، اس لیے دونوں کے اعتبار سے انہیں زکاۃ دی جائے گی، تاہم انہیں دینیت ہوئے یہ خیال رکھیں گے کہ تخریج کے بعد جس قدر ان کی ضروریات پوری کرنے کیلئے زکاۃ کی ضرورت ہوتی ہی مقدار میں انہیں زکاۃ دینے گے، اس کی مثال یوں سمجھیں : ہم یہ اندازہ لگائیں کہ انہیں سالانہ 10000 ریال کی ضرورت ہے، اور انہیں غربت کی مدد میں 10000 ریال بھی ملیں گے، لیکن زکاۃ جمع کرنے کے بدلتے میں انہیں 2000 ریال بھی غربت کی وجہ سے دیں گے۔

چونما مصرف :

جن لوگوں کی تالیف قلبی مقصود ہو:

اس سے وہ لوگ مراد ہیں جنہیں اسلام کے قریب لانے کیلئے کچھ دیا جائے چاہے کوئی ایسا غیر مسلم ہو جس کے مسلمان ہونے کا امکان ہو، یا پھر کوئی کمزور ایمان والا مسلمان ہو جسے دیکھ اسلام پر ثابت قدم رکھا جاسکے، یا پھر کوئی غیر مسلم شریک شخص ہو جسے پیسے دے کر مسلمانوں کو اس کے بشرط سے محفوظ بنایا جاسکے، یا مسلمانوں کے بھلے کیلئے کوئی بھی مدعا میں زکاۃ اس مصرف کے تحت خرچ کی جاسکتی ہے۔

یہاں کسی غیر مسلم یا مسلمان کو زکاۃ دینے یہ شرط لگائی جاتی ہے کہ جس شخص کی تالیف قلبی کیلئے کچھ دیا جائے تو وہ کنبہ، خاندان، یا علاقے میں با اثر شخصیت ہونی پا جائیے، تاکہ اسے زکاۃ دینے کا سب مسلمانوں کو فائدہ ہو۔

تاہم کیا انفرادی طور پر بھی کسی شخص کو اس مصرف کے تحت زکاۃ دی جاسکتی ہے؟ جیسے کہ ایک نو مسلم شخص کو اسلام پر ثابت قدم رکھنے کیلئے اور ایمان مضبوط بنانے کیلئے زکاۃ کا مال دیا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بلکہ میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ :

ایسے شخص کو انفرادی طور پر بھی دیا جاسکتا ہے، چاہے یہ شخص اپنے علاقے کی با اثر شخصیت نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کافر مان : (وَالْمُؤْمِنُ قُلُوبُهُمْ) عام ہے، ویسے بھی اگر کسی کمزور شخص کو مالی طور پر مضبوط کرنے کیلئے انفرادی حیثیت میں دینا جائز ہے تو کسی کمزور ایمان والے کو ایمانی مضبوطی کیلئے دینا بالا ولی جائز ہو گا۔

مذکورہ چاروں مصارف کے ضمن میں آنے والے لوگوں کو زکاۃ کا مال ان کی ملکیت میں دے دیا جائے گا، چنانچہ انہیں ملنے والا زکاۃ کا مال پوری طرح سے ان کی ملکیت میں شامل ہو گا، لہذا اگر دوران سال ان کی مالی حالت اتنی اچھی ہو جاتی ہے کہ وہ زکاۃ کے مستحق نہیں رہتے تو بقیہ زکاۃ انہیں واپس نہیں کرنی پڑے گی، بلکہ سارا مال آزادی سے استعمال کر سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے "لام" حرف جر کے ذریعے ان کی ملکیت کو واضح کیا ہے، چنانچہ فرمایا : "إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَالَمِينَ وَالْمُؤْمِنِ قُلُوبُهُمْ" اور حرف جر "لام" "ذکر فرمایا، اس کا فائدہ یہ ہے کہ : اگر کوئی فقیر زکاۃ لینے کے بعد سال کے اندر اندر امیر بن جائے تو اسے زکاۃ واپس نہیں کرنی پڑے گی، مثلاً : ہم نے کسی غریب کو 10000 ریال ایک سال کے خرچے کے

طور پر دیے، اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ سال گزرنے سے پہلے تجارت، وراثت یا کسی ذریعے سے امیر ہو گیا، تو اسے وصول کردہ زکاۃ واپس نہیں کرنی ہو گی، کیونکہ یہ زکاۃ کا مال اس کی ملکیت بن چکا ہے۔

پانچواں مصرف:

گردن آزاد کروانا:

فرمان باری تعالیٰ ہے: (وَفِي الرِّزْقَابِ)، یہاں تین چیزیں علمائے کرام نے بیان کی ہیں:

1- مکاتب غلام جس نے اپنے آقا سے آزادی کیلئے موجل ادا نیکی پر معاملہ کریا ہے، تو ایسے غلام کو اتنی رقم دی جائے گی جس سے اس کی قیمت ادا ہو جائے۔

2- غلام کو زکاۃ کی رقم سے خرید کر آزاد کر دیا جائے۔

3- کوئی مسلمان کفار کی قیم میں ہے، تو کفار کو زکاۃ سے رقم دیکر مسلمان کو آزاد کروایا جائے، اسی طرح ان غوابرائے تاوان بھی اسی میں شامل ہے، چنانچہ اگر کوئی کافر یا مسلم کسی مسلمان کو ان غواکر لے تو یہ تاوان زکاۃ کی مدد سے ادا کیا جاسکتا ہے، کیونکہ یہاں علت اور وجہ ایک ہی ہے، اور وہ ہے کہ کسی مسلمان کو قید سے آزادی مل جائے، لیکن ان غوابرائے تاوان میں یہ شرط ہے کہ: ہم ان غواکاروں سے مسلمان کو بغیر تاوان دیے آزاد نہ کرو سکتے ہوں۔

چھٹا مصرف:

قرض اٹھانے والے لوگ: اہل علم نے ان کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

1- دو مخابر گروپوں میں صلح کروانے پر دونوں کو مال دیکر صلح پر آزادہ کرنا

2- اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے قرض اٹھانا

پہلی قسم کی مثال یہ ہے کہ: دو مخابر گروپوں یا قبائل یا خاندانوں میں لڑائی ہو اور کوئی با اثر اور محترم شخصیت کا مالک شخص دونوں میں پیسے دیکر صلح کروادے، تو ہم صلح کروانے والے شخص کی نیکی اور احسان مندی کا اعتراف کرتے ہوئے اس کو زکاۃ میں سے وہ رقم دیں گے جو اس نے صلح کیلئے اپنی ذمہ داری، کیونکہ اس نے مسلمانوں کے درمیان عداوت، اور بعض کا خاتمہ کیا اور قتل و غارت کا دروازہ بند کر دیا ہے، ایسے شخص کو بھی زکاۃ کا مال دیا جائے گیا چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کیونکہ ہم اس کی ضروریات پوری کرنے کیلئے کچھ نہیں دے رہے، بلکہ ہم اسے اس لیے دے ہیں کہ اس نے مفاد عامہ کا بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

اس کی دوسری قسم میں وہ شخص شامل ہے جس نے اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے قرض اٹھایا، یا کوئی ضرورت کی چیز خرید کر اپنے پاس رقم نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ذمہ قرض لکھوا یا تو اس کا قرض زکاۃ سے ادا کر دیا جائے گا، بشرطیکہ اس کے پاس قرضہ ادا کرنے کیلئے کچھ نہ ہو۔

یہاں ایک مسئلہ ہے کہ: کیا اس مقروض کو پیسے دے دینا بہتر ہے یا برادر است قرض خواہ کو جا کر پیسے دے دیں اور مقروض کا قرض ختم کروادیں؟

اس بارے میں مختلف آراء ہیں، چنانچہ اگر مقروض اپنا قرض چکائے کیلئے پوری کوشش کر رہا ہو، اور قرض سے سے جان ہمحڑانے کی پوری جدوجہد کرے، نیز اگر اسے کہیں سے رقم ملنے تو وہ سب سے پہلے قرض ہی چکائے گا تو ہم مقروض کو بھی یہ رقم تھا دیں گے، کیونکہ اس طرح اس پر پردہ بھی رہے گا، اور لوگوں کے سامنے شرمندہ بھی نہیں ہونا پڑے گا کہ اس کا قرض اسی نے خود ادا کیا ہے، کسی نے زکاۃ سے ادا نہیں کیا۔

اور اگر مفروض شخص فضول خرچ ہے، اور رقم دینے وہ پر غیر ضروری اشیاء خریدے گا، تو ہم ایسے مفروض کو رقم نہیں دینگے، بلکہ براہ راست قرض خواہ کو رقم دیکھیں گے: "فلاں شخص کا کتنا قرض ہے؟" تو پھر اس قرض کی ادائیگی حسب توفیق کر دیں۔

ساتوال مصرف:

فی سبیل اللہ: اور یہاں "فی سبیل اللہ" سے مراد صرف جمادی ہے، اس کے علاوہ کچھ بھی مراد نہیں ہے، چنانچہ کلیئے وجلائی کے دیگر تمام راستے اس میں شامل کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا ہی حقیقت میں ہوتا تو آیت:

(إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالسَّاكِينِ وَالْغَارِبِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيقَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهُ عَلَيْهِ حَكْمٌ) [آل توبہ: 60] میں حصر اور تخصیص کا کوئی فائدہ ہی نہیں رہتا، اس لیے "فی سبیل اللہ" سے مراد صرف جمادی ہے، لہذا جادو فی سبیل اللہ میں لڑنے والے شخص کو زکاۃ میں سے دیا جائے گا، جن کی ظاہری حالت سے یہی محسوس ہو کہ یہ لوگ اعلانے کلمۃ اللہ کلیئے جماد کر رہے ہیں، انہیں اپنی ضروریات اور اسلحہ وغیرہ کی خریداری کلیئے زکاۃ میں سے دیا جائے گا۔

اسی طرح انہیں قاتل کلیئے اسلحہ خرید کر بھی دیا جاسکتا ہے، تاہم یہ بات ضروری ہے کہ قاتل فی سبیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا گیا: "ایک آدمی خاندانی تعصب کی وجہ سے لڑتا ہے، دوسرا دشجاعت وصول کرنے کلیئے لڑتا ہے، اور تیسرا دکھاوے کلیئے لڑتا ہے، ان میں سے کون سا" جادو فی سبیل اللہ" میں قاتل کر رہا ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو شخص اعلانے کلمۃ اللہ کلیئے لڑے وہی فی سبیل اللہ ہے) لہذا پہنچ وطن کے دفاع میں لڑنے والا اور دیگر وجوہات کی بنابرپ قاتل کرنے والا" جادو فی سبیل اللہ" میں شامل نہیں ہے، چنانچہ اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہونے گے جو "جادو فی سبیل اللہ" والے کو حاصل ہوتے ہیں، نہ دنیاوی اعتبار سے اس کی مالی معاونت کی جا سکتی ہے، اور نہ ہی انعروی طور پر سرخرو ہو سکتا ہے۔

چنانچہ جو شخص دادشجاعت وصول کرنے کلیئے قاتل میں شریک ہے اور ایسے لوگ عموماً ہر قسم کی لڑائی میں شریک ہونا پسند کرتے ہیں، یہ بھی "جادو فی سبیل اللہ" میں شریک نہیں ہے، اسی طرح دکھاوے اور شہرت پانے کلیئے لڑنے والا بھی "جادو فی سبیل اللہ" میں شریک نہیں ہے، لہذا ہر وہ شخص جو "جادو فی سبیل اللہ" میں شریک نہیں وہ زکاۃ کا مستحق نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: (فِي سَبِيلِ اللَّهِ) اس لیے صرف اعلانے کلمۃ اللہ کلیئے لڑنے والا بھی جادو فی سبیل اللہ ہو گا۔

اہل علم کہتے ہیں: "سبیل اللہ" میں یہ بھی شامل ہے کہ جو شخص شرعی علم حاصل کرنے کلیئے مکمل طور پر وقت دے، تو اسے بھی جیب خرچی، کپڑے، کھانا، پینا، رہائش، اور کتب وغیرہ لے کر دی جا سکتی ہیں، کیونکہ علم شرعی بھی جادو فی سبیل اللہ کی ایک قسم ہے، بلکہ امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں: "حصول علم کلیئے اگر نیت درست ہو تو اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہے" چونکہ علم پوری شریعت کی بنیاد ہے، لہذا علم کے بغیر شریعت کا تصور بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اس لیے نازل کیا ہے تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں اور شرعی احکام سیکھیں، اسی سے اپنا عقیدہ و قولی و عملی عبادات حاصل کریں، [اور یہ سب کچھ اسی وقت ہو گا جب شرعی علم سیکھا اور سکھایا جائے گا] یہ بات درست ہے کہ جادو فی سبیل اللہ اشرف اور معزز ترین عمل ہے، بلکہ اسلام کی کوہاں کی چوٹی ہے، اس کی فہیمت میں کوئی شک نہیں، تاہم علم کا بھی اسلام میں بست بامقام ہے، اس لیے [حصل] علم کو جادو فی سبیل اللہ میں شامل کرنا بالکل واضح ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

آٹھواں مصرف:

ابن سبیل: اس سے مراد مسافر ہے، یعنی ایسا مسافر جس کے پاس زادراہ ختم ہو چکا ہے، تو اسے اپنے علاقے تک پہنچنے کلیئے زکاۃ سے امدادی جائے گی، چاہے یہ شخص اپنے علاقے میں کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ اسے ابھی امداد کی ضرورت ہے، یہاں ہم اسے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کسی سے قرض اٹھا لو اور بعد میں ادا کر دینا، کیونکہ اس طرح ہم اسے مفروض کر دیں گے، [جب کہ قرآن مجید اسے زکاۃ کی مدد سے امداد لیں کی اجازت دیتا ہے]، تاہم اگر وہ شخص خود سے قرض اٹھانے پر تیار ہو تو یہ اس کی مرضی ہے، لہذا اگر ہمیں کوئی شخص مکہ سے مدینہ آتے

ہوتے ملے اور اس کے پیسے وغیرہ گم ہو گئے ہوں، اور اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، لیکن اپنے شہر میں صاحب حیثیت ہو تو اسے صرف مدینہ پہنچنے کیلئے امداد دیں گے، کیونکہ اسے صرف اتنی ہی ضرورت ہے، لہذا زکاۃ کی مدد سے زیادہ نہیں دے سکتے۔

جب ہمیں زکاۃ کے مصارف معلوم ہو گئے تو اس کے علاوہ دیگر مفاد عاصمہ یا خاصہ کیلئے زکاۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ مساجد کی تعمیر، سڑکوں کی تعمیر، وفات وغیرہ کیلئے زکاۃ صرف کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے مسمی مصارف کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: (فَرِیضَةٌ مِّنَ الْأَنَّاءِ وَاللَّهُ عَلِیْمٌ حَكِيمٌ) یعنی یہ زکاۃ کی تقسیم کے مصارف اللہ کی طرف سے فرض ہیں، اور اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔

اس کے بعد یہ سوال ہے کہ:

کیا ان آٹھ مصارف میں سے ہر ایک کو دینا لازمی ہے؟ کیونکہ "او" حرف عطف کا استعمال کیا گیا ہے، اور اس کا مطلب ہوتا ہے کہ سب کو بیک وقت حکم میں شامل کیا جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ:

ایسا کہنا واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن ارسال کرتے ہوئے فرمایا: (انہیں بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے والوں میں زکاۃ واجب کی ہے، جو تمہارے غیر لوگوں سے لیکر غریب لوگوں میں تقسیم کی جائے گی) چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ہی صفت بیان کی، لہذا اس حدیث میں صرف مصرف بیان کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں زکاۃ کے مختصین بیان فرمائے ہیں، نہ کہ یہ کہا ہے کہ سب کو زکاۃ بیک وقت دینا لازمی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ:

ان آٹھ مصارف میں سے کس کو زکاۃ دیتے ہوئے ترجیح دینی چاہیے؟

تو ہم کہیں گے: ترجیح اسی کو دی جائے گی جس کو تعاون کی زیادہ ضرورت ہوگی؛ کیونکہ ان تمام مصارف کو زکاۃ دی جاسکتی ہے، اور ان میں سے ترجیح صرف اسی کو ملے گی جسے تعاون کی زیادہ ضرورت ہوگی، چنانچہ عام طور پر زیادہ ضرورت فقراء اور مسکینوں کی کو ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسی کا ذکر آیت کے شروع میں فرمایا:

"صدقات تو صرف قریروں اور مسکینوں کے لیے اور [زکاۃ] جمع کرنے والے] عاملوں کے لیے میں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الافت ڈالنی مقصود ہے اور گرد نیں پھڑانے میں اور تماون بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر پر (خرچ کرنے کے لیے ہیں)، یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جانے والا، کمال حکمت والا ہے"

[التوبۃ: 60]

واللہ اعلم.